پہلی قسط

نظامِ شریعت کے اصلاحی پہلو

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری

صدر العلما بدر الفضلا، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ / ۸ر مئی ۱۹۷۳ء) ۔ علمِ نحو کے امام تو تھے ہی، حدیث و فقہ اور منطق و فلسفہ میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ نحو اور حدیث آپ کا خاص فن تھا۔ آپ کی کتابیں خالص علمی رنگ لیے ہوئے ہیں، ہر ایک میں آپ تحقیقات کا دریا بہاتے نظر آتے ہیں۔ البتہ آپ کی ایک کتاب "مدنی تاج دار کے لیل و نہار" معروف بہ "نظامِ شریعت" نہایت عام فہم اور عوام الناس کے لیے مفید ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب پہلے قسط وار مضامین کی شکل میں "مدنی تاج دار کے لیل و نہار" کے عنوان سے میرٹھ کے ایک اخبار میں پھر ماہ نامہ "پاسبان" الٰہ آباد میں چھپتی رہی اور بعد میں "نظامِ شریعت" کے عرفی نام سے کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی۔ غالباً اسی وجہ سے اس کی زبان نہایت آسان ہے۔ بظاہر پوری کتاب نماز و متعلقاتِ نماز کے مسائل واحکام پر مشتمل ہے لیکن ضمنی طور پر بہت سے دیگر مسائل و فوائد بھی اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسائل و احکام کا موضوع نہایت خشک شمار کیا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگ مسائل و نماز کی کتابوں کو پڑھنے میں اکتاہٹ اور گھبراہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ان کتابوں کی زبان بھی بہت شیریں نہیں ہو پاتی کہ مقصد تو بیانِ مسائل ہوتا ہے نہ کہ عبارت آرائی۔ لیکن نظامِ شریعت کتاب احکام میں اس حیثیت سے نمایاں مقام کی حامل ہے کہ اس میں مسائل نہایت حسین اور دل چسپ پیرائے مین بیان کیے گئے ہیں، یہی وجہ ہے قاری اسے پڑھتے وقت اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ شروع کرنے کے بعد چاہتا ہے کہ پوری کتاب ختم کر کے ہی دم لے۔

کتاب کا آغاز مختصر پیشِ لفظ سے کیا گیا ہے، پھر سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ کے شب کے معمولات سے اصل کتاب کا آغاز کیا گیا ہے اور اسلامی بھائیوں کو مدنی تاج دار ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ پیشِ لفظ کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور اس سے کتاب کے اچھوتے اسلوب کا اندازہ لگائیں۔ مصنف تحریر فرماتے ہیں:

"برادرانِ اسلام! انسان کی زندگی دو ہیں۔ ایک دنیوی جو تھوڑے زمانے تک باقی رہ کر ختم ہو جاتی ہے۔ خالق عالم نے جتنا زمانہ اس کے لیے مقرر فرمایا ہے، اس سے ایک سکنڈ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی کوئی ایسی طاقت نہیں جو اس میں کمی بیشی کر سکے۔

انسان کی دوسری زندگی اخروی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے، دنیوی زندگی کی طرح اس کے لیے کوئی حد نہیں کہ وہاں پہنچ کر ختم ہو جائے۔ اس ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کا خیر و خوبی کے ساتھ گزرنا چوں کہ دنیوی زندگی کے کامیاب ہونے پر منحصر ہے، اس لیے ہر عاقل کا فرض ہے کہ اپنی دنیوی زندگی کو کامیاب بنانے کے واسطے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے اور ہر وقت، ہر آن اس کی درستی کی جانب متوجہ رہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دنیوی زندگی کو کس طرح کامیاب بنایا جائے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر طریقے ہیں سب کے سب درحقیقت زندگی کو خراب کرنے والے ہیں۔ اور وہ ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان کے دو تعلق ہیں، ایک خالق سے، دوسرا مخلوق سے۔ ان دونوں تعلقات کو تا زیست اسی طرح قائم رکھے، جس طرح سید الابرار مدنی، تاج دار ﷺ نے قائم رکھا اور ان کے متعلق جو ہدایات فرمائیں ان کو اپنا نصب العین بنائے۔ یعنی اپنی زندگی کو محبوبِ خدا ﷺ کی زندگی کے سانچے میں ڈھال کر آپ کے رنگ میں رنگ جائے۔ اپنے لیل و نہار کو آپ کے لیل و نہار کے ساتھ اس طرح مطابق کرلے کہ عبادت و ریاضت میں، معاشرت و معاملت میں، گفتار و رفتار میں، نشست و برخاست میں، خرد و بزرگ اور احباب کی ملاقات میں، خورد و نوش اور لباس میں، انسانی ضروریات سے فراغت اور جسم کی طہارت میں، بیداری اور خوابِ راحت میں، الغرض جملہ اعمال اور اخلاقیات

میں آپ کے نقشِ قدم کو اپنا پیشوا بنالے، یہاں تک کہ اسی حالت میں دارِفانی سے ملکِ جاودانی کی طرف رخصت ہو جائے۔"

پھر آگے قومِ مسلم کی قومی غیرت و حمیت کو للکارتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"دنیا میں ہر قوم اپنی مذہبی معاشرت اور اپنے پیشوا کے طرزِ عمل کی مضبوطی سے پابند رہتی ہے، بلکہ اپنی معاشرت، اپنا تمدن، اپنے طریقے دوسری اقوام میں رائج کرنے کے لیے ہر قوم نہ صرف مالی ایثار بلکہ جانی قربانی بھی کر گزرتی ہے۔ مگر بڑی شرم کی بات ہے کہ ہم مسلم کہلائیں اور اسلامی معاشرت، اسلامی آداب ترک کرتے جائیں۔ انگریز کو دشمنِ اسلام سمجھیں، مگر معاشرت میں انگریز کو اپنے اوپر مسلط اس درجہ کر لیا ہے کہ بول چال میں انگریزی انداز مرغوب، کھانے پینے میں انگریزی طریقے محبوب، اٹھنے بیٹھنے میں انگریزی آداب مطلوب۔ یہاں تک کہ شکل و صورت میں انگریز نمودار۔ اولاد کی تعلیم و تربیت میں انگریزی اصول درکار۔ مستورات کے لباس اور زیب و زینت میں میم صاحبہ کے اطوار پسند ہیں۔

آہ! مقامِ غیرت ہے کہ زبان سے خدا و رسول کی محبت کا دم بھریں اور عمل میں دشمنانِ خدا و رسول کا ساتھ دیں۔ کیا اہلِ محبت کا شیوہ یہی ہے؟

اے پیارے بھائیو اور اسلام کے شیدائیو! سنو! اور خوب غور سے سنو! کہ شہنشاہِ مدینہ نے اپنی زندگی کے لیل و نہار اس طرح گزارے کہ دنیوی مشاغل اور ضروریاتِ زندگی کو انجام دیتے وقت بھی یادِ الٰہی سے غفلت نہ ہوئی۔ فقیروں کی صدا یاد رکھو، بھولے مت کا مطلب یہی ہے اور اخروی زندگی کی کامیابی اسی طریقے سے حاصل ہوتی ہے۔ (نظامِ شریعت از علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، ص: ۲ تا ۴، مکتبۃ الجیلانی، سنبھل)

سونے کی دعا:-ان مختصر تمہیدی کلمات کے بعد سب سے پہلا عنوان ہے "سونے کا اسلامی طریقہ"۔ اس عنوان کے تحت عام طور سے کتابوں میں وہ دعائیں درج ہوتی ہیں جو سونے کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ یہاں حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمہ نے بھی سونے کے وقت کے ان بعض معمولات و ادعیہ کا ذکر کیا ہے جو احادیث میں مروی ہیں، مگر خاص بات جو آپ کی تصنیف میں ہے وہ یہ ہے کہ احادیث و معمولات کے ذکر کے بعد اس سے حاصل شدہ فوائد و ثمرات اور حکمتیں بھی بیان کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ عامل (عمل کرنے والے) کو عمل کرنے میں مزید رغبت ہو اور اسلامی معاشرت کی خوبیاں بھی اجاگر ہو کر سامنے آتی رہیں۔ چناں چہ سونے سے پہلی پڑھی جانے والی مشہور دعا نقل فرمائی ہے:

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی. (ترجمہ) — اے اللہ! تیرے ہی نام پاک کی مدد سے سوؤں گا اور تیری ہی مدد سے بیدار ہوں گا۔

یہ ترجمہ حضرت مصنف کا ہے جب کہ ظاہری الفاظ کا ترجمہ یہ ہوگا: "اے اللہ تیرے ہی نام سے میں مرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا۔" یعنی سونے کو موت اور بے داری کو زندہ ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس دعا کو ذکر کر کے حضرت مصنفِ علام علیہ الرحمہ نے اس کی حکمتوں پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

"ہمارے لیے اس میں یہ تعلیم ہے کہ بندہ ہر موقع پر معبودِ حقیقی (خدا) کی طرف متوجہ رہے اور اپنے ہر کام کو اس کے زیرِ قدرت اعتقاد کرے۔ نیند بھی اس کے زیرِ قدرت ہے، جب چاہے طاری فرما دے اور جب تک چاہے طاری رکھے۔ چناں چہ انبیاے بنی اسرائیل میں حضرت عُزیر علیہ السلام پر سو سال تک اور اصحابِ کہف پر تین سو سال تک بحکم خدا نیند طاری رہی، جس سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اصحاب واقف ہیں، اور وہ جب چاہتا ہے نیند کو آنے سے روک دیتا ہے۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہم بستر پر پڑے پڑے کروٹیں بدلتے رہتے ہیں، چاہتے ہیں کہ نیند آجائے مگر نہیں آتی- کیوں؟ اس لیے کہ وہ نہیں چاہتا، اور جب چاہتا ہے آجاتی ہے۔

نیند بھی ایک قسم کی موت ہے کہ بدن کے تمام اعضا اس کے آنے کے بعد اپنے اپنے کاموں سے معطل ہو جاتے ہیں، اور نیند سے بیدار کرنا حیاتِ سابق کا واپس فرمانا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو معبودِ حقیقی اس پر قادر ہے، وہ یقیناً مارنے کے بعد جِلانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

پس اس کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد ہر عاقل اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسلام کا پیش کردہ عقیدہ قطعاً صحیح ہے کہ دنیوی زندگی ختم ہونے کے بعد بنی نوعِ انسان کو پھر زندہ کیا جائے گا تاکہ دنیا میں رہ کر جو اعمال کیے ہیں، ان کی وہاں پر جزا پائیں۔

اور دوسرے مذہب والوں کا یہ کہنا کہ زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی ہے، اس کے ختم ہونے کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں، یقیناً خلافِ عقل ہے اور اپنے احوال میں غور و فکر نہ کرنے پر مبنی۔" (نظامِ شریعت، ص: ۴-۵)

اس مختصر سے تحریرِ دل پذیر میں نصیحت و حکمت کے کتنے موتی پنہاں ہیں وہ ہر قاری بہ آسانی محسوس کر سکتا ہے، مزید یہ کہ اس نیند اور بیماری سے عقیدۂ آخرت پر استدلال کر کے مصنف نے اسلامی عقیدے کی تبلیغ اور مخالفت کی تردید کا بھی فریضہ انجام دے دیا۔

فیضان تسبیحات فاطمہ:- رات کو سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ پڑھنے کی حدیث پاک میں تاکید ہے، یوں ہی بعدِ نماز بھی۔ سونے کا اسلامی طریقہ بیان کرتے ہوئے ان تسبیحات کا بھی ذکر کیا ہے، مگر انداز اتنا دل نشین ہے کہ شاید ہی اس کی مثال کہیں اور ملے، پہلے ایک واقعے کے ضمن میں ان تسبیحات کا شانِ ورود بیان کیا ہے، پھر ان سے حاصل ہونے والے فوائد اور اصل واقعے سے مستنبط مسائل و نکات پر بھی بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ یہ پورا مضمون عام فہم ہوتے ہوئے بھی علمی و تحقیقی ہو گیا ہے۔ اصل واقعہ اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد و نکات حضرت امام النحو ہی کی زبانی ملاحظہ کریں اور زبان و بیان کا بھی لطف اٹھائیں۔ مصنف ارقام فرماتے ہیں:

"مرکزِ ہدایت، قاسمِ ولایت، مولائے مشکل کشا حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رب العالمین کی نعمتیں تقسیم فرمانے والے آقا ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ کچھ باندیاں لائی گئیں۔ چکی پیسنے سے مالکِ کونین کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چوں کہ چھالے پڑ گئے تھے، اس لیے میں نے ان سے کہا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر گھر کے کام کاج کے لیے باندی طلب کر لیجیے۔ چناں چہ وہ تین مرتبہ حاضر ہوئیں مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ بعد نمازِ عشا جب حضور مکان میں تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی آمد کا تذکرہ کیا۔ اسی وقت ہمارے یہاں تشریف لائے۔ بعدِ اجازت مکان میں داخل ہوئے۔ ہم دونوں بستر پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے بستر سے اٹھنا چاہا، مگر اس شب میں سردی چوں کہ شدید تھی، اس لیے اٹھنے سے روک دیا اور فرمایا جیسے لیٹے ہو ویسے ہی لیٹے رہو۔ پھر اپنی صاحب زادی سے فرمایا: آج ہمارے یہاں کس ضرورت سے جانا ہوا تھا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! چکی پیسنے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور میرے دونوں ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، تو میں اس لیے حاضر ہوئی تھی کہ باندی عطا فرما دی جائے۔ ارشاد فرمایا: کیا اس سے بہتر چیز نہ بتائیں؟ عرض کیا: ہاں! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: جب بستر پر لیٹو تو چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر اور تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ جو چیز تم نے طلب کی تھی یہ اس سے بہتر ہے۔" (نظام شریعت، ص: ۵-۶)

اس واقعے کو بیان کرنے کے بعد حضرت مصنف نظام شریعت اس کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے درس و حکمت کے موتی بکھیرتے ہیں:

ہدایات و فوائد:- مسلم خواتین خصوصیت کے ساتھ اس واقعے پر غور کریں کہ ان کی دنیوی زندگی کے لیے اس میں بہترین ہدایات ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

۱. شوہر کی مالی حالت اگر خادمہ رکھنے کی اجازت نہ دیتی ہو تو بیوی کا فرض ہے کہ گھر کے کام خود انجام دے، شوہر سے بے جا مطالبات نہ کیے جائیں، جب کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمل کر کے بتایا، سب کام اپنے ہاتھ سے انجام دیے یہاں تک کہ چکی بھی پیسی۔

۲. گھر کے کام کرنے سے تکلیف ہوتی ہو، یہاں تک کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ جانے کی بھی نوبت آجائے تو عالی ظرف بیبیاں زبان پر حرفِ شکایت بھی نہیں لاتیں، چہ جائے کہ روٹھ کر کام چھوڑ دیں، جس سے شوہر کو تکلیف پہنچے، بلکہ ایسے وقت کو صبر و سکون سے گزار دیتی ہیں، جیسے کہ سردارِ عرب و عجم ﷺ کی چہیتی صاحب زادی نے عمل کر کے دکھا دیا۔

۳. شوہر کا بھی فرض ہے کہ بیوی کی آسائش و راحت کا خیال رکھے اور اس کی تکالیف دور کرنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرتا رہے۔ جیسا کہ شیر خدا حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے بتایا، باندیوں کے آنے کی اطلاع پا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ دیا کہ حاضر ہو کر باندی کے لیے درخواست پیش کریں تاکہ تکالیف سے نجات ملے۔

۴. موجودہ زمانے میں تعلیم یافتہ خواتین چکی پیسنے کو عیب سمجھتی ہیں۔ ان کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہیے کہ اگر عیب ہوتا تو شہنشاہِ کونین ﷺ اپنی صاحب زادی کے لیے کس طرح گوارہ فرماتے؟

۵. اس واقعے سے یہ سبق بھی ملا کہ جسمانی راحت کے سوال کو کسی مصلحت کے تحت پورا نہ کرتے ہوئے اگر کوئی اچھی بات تعلیم کی جائے تو شانِ ادب یہی ہے کہ اس کو بے چوں و چرا تسلیم کر لیں اور اپنے سوال کے پورا کرنے پر اصرار نہ کریں، جیسا کہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے عمل کر کے دکھایا۔ (نظامِ شریعت، ص: ۵-۷)

٦. راقم الحروف نعمانی قادری عرض کرتا ہے کہ اس واقعے میں اس بات کا بھی درس ہے کہ اہلِ ایمان کے لیے دنیاوی منفعت کے مقابل دینی اور اخروی منفعت زیادہ قابلِ توجہ اور لائقِ تسلیم ہے کہ آخرت کا فائدہ ابدی ہے جب کہ دنیاوی فائدہ عارضی ہے۔ افسوس! کہ آج ہمارا مطمحِ نظر یہ بنتا جارہا ہے کہ آخرت کا چاہے نقصان ہو جائے دنیاوی منفعت ہاتھ سے نہ جائے۔

اس تحریر پر تنویر میں کس قدر دل پذیری اور اثر انگیزی کا جوہر پوشیدہ ہے اور اخلاصِ دروں و جذبۂ خیر خواہی کی آنچ کس قدر تیز ہے، ہر ذی عقل قاری محسوس کر سکتا ہے۔

شب بیداری اور خواب:- مذکورہ بالا دونوں اوراد کے بعد باوضو سونے کے فضائل کا بیان ہے اور اسی ضمن میں خوف ناک خوابوں کا علاج بھی بتایا گیا ہے، پھر شب میں بیداری کے وقت پڑھنے کی دعائیں رقم فرمائیں اور ان کے فوائد و برکات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد شبِ قدر کی دعا اور اچھا برا خواب دیکھنے پر کیا کرے، اس کا بیان ہے اور جھوٹے خواب کی مذمت بھی۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے مبارک خواب شریف کا تذکرہ ہے۔

اس کے بعد سو کر بیدار ہو تو کیا پڑھے، کون سی دعا کرے؟ اس کا بیان ہے جس میں سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جانے والی دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ.

(ترجمہ) — سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے موت (خواب) کے بعد ہمیں حیات (بیداری) عطا فرمائی اور روزِ قیامت اعمال کی جزا کے واسطے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے مُردوں کو زندہ کر کے قبر سے نکالا جائے گا۔

دعا کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمہ نے پانچ نکات و فوائد تحریر فرمائے ہیں اور عجیب عجیب نکتوں کو بیان کر کے اس دعا کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا ہے۔ صرف چوتھے نمبر کے ایک فائدے کا خلاصہ ملاحظہ کریں اور دیگر فوائد کو اس پر قیاس کریں اور خدا شوق دے اصل کتاب مطالعہ میں لائیں۔

عربی زبان میں لفظ "نا" جمع کی ضمیر ہے۔ جب متکلم اپنے ساتھ کی حیثیت سے اوروں کو شریک کرنا چاہتا ہے تو اس وقت جمع کی ضمیر استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً بندہ مولا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ یعنی سیدھے راستے کی طلب میں بندے نے اپنے دوسرے دینی بھائیوں کو بھی شریک کر لیا۔ اس واسطے اِهْدِنَا میں ضمیرِ جمع ذکر کی۔ اور اگر کسی حیثیت سے دوسرے کو شریک کرنا مقصود نہ ہوتا تو: اِهْدِنِی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. کہا جاتا، جس کا ترجمہ یہ ہوتا: "مجھ کو سیدھا راستہ دکھا"۔

اور کبھی دوسروں کو اپنے ساتھ ثواب میں شریک کرنے کے لیے متکلم جمع کی ضمیر استعمال کرتا ہے، مثلاً مسلم نے کہا: نَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰی. "ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔" تو چوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں جو کلمہ مسلم کی زبان سے نکلتا ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔ اس لیے یہاں پر جمع کی ضمیر استعمال کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ان کلمات کے ثواب میں دوسروں کو شریک کر لیا جائے۔ اگر یہ مقصود نہ ہوتا تو واحد کی ضمیر لائی جاتی اور اَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰی. کہا جاتا اور ترجمہ یہ ہوتا: "میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں"۔ پس نظر بر آں رحمتِ عالم ﷺ نے مذکورہ بالا کلماتِ شکر جمع کی ضمیر کے ساتھ "اَحْیَانَا" اور "اَمَاتَنَا" فرما کر ان کے ثواب میں اپنے ساتھ اپنی امت کو بھی شریک فرما لیا۔ تو ہمیں اس عملِ نبوی سے یہ تعلیم حاصل ہوئی کہ مسلم کا اخلاقی اور مذہبی فرض ہے کہ اپنے دینی بھائیوں کی ہم دردی اور خیر خواہی میں فروگزاشت نہ کرے، ان کو ہر ممکن طریقہ سے نفع پہنچانے کی سعی عمل میں لائے۔ حتی کہ کلماتِ حمد و شکر میں بھی ان کو شریک کر لے۔ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ اس واسطے سیدِ عالم ﷺ بر وقت بیعت یہ شرط بھی فرما لیتے کہ بیعت ہونے والا ہر مسلم کی خیر خواہی کرے گا۔

بخاری شریف میں ہے جریر بن عبد اللہ بجَلِی نے فرمایا کہ میں نے حبیبِ خدا ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر اس شرط سے بیعت کی تھی کہ نماز پڑھتا رہوں گا، زکوٰۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرتا رہوں گا۔ چناں چہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر شرطوں کے ساتھ تا زیست اس شرط کو بھی کامل طور پر پورا فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے واسطے حکم فرمایا۔ غلام نے ایک گھوڑا تین سو روپے میں خریدا اور گھوڑے والے کو ہم راہ لے کر واپس آیا تا کہ اس کی قیمت دِلوا دی جائے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے والے سے فرمایا کہ تمہارا گھوڑا تین سو روپے سے زائد قیمت کا ہے، اس کو چار سو میں فروخت کرتے ہو۔ اس نے کہا آپ کو اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ چار سو روپے سے بھی زائد کا ہے، پانچ سو روپے میں

فروخت کرتے ہو؟ اس نے کہا آپ مختار ہیں۔ آپ قیمت بڑھاتے گئے، وہ راضی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو آٹھ سو میں خرید فرمایا۔

لوگوں نے کہا، آپ نے یہ کیا کیا؟ جب وہ تین سو میں دے چکا تھا پھر قیمت بڑھانے کے کیا معنیٰ؟ آپ نے فرمایا، میں نے رحمتِ عالم ﷺ کے دستِ مبارک پر اس شرط سے بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا، تو اس کو پورا کر رہا ہوں۔

سبحان اللہ! ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

برادرانِ اسلام! اس واقعے کو پڑھنے یا سننے کے بعد ہر مسلم مرد اور ہر مسلم خاتون کا فرض ہے کہ اپنے اپنے دل کے گوشوں پر گہری نظر ڈال کر معلوم کریں کہ ان میں کسی اپنے مسلمان بھائی کی بد خواہی کا ارادہ یا اس کو ضرر پہنچانے کا خیال تو پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر ہو تو قلب کو اس سے پاک کر لیں اور حضورِ قلب کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں۔

یَارَبَّ مُحَمَّد ! شبِ معراج کے دولھا کا صدقہ۔

یَارَبَّ مُحَمَّد ! کشورِ رسالت کے بادشاہ کا صدقہ۔

یَارَبَّ مُحَمَّد ! سبز گنبد والے آقا کا صدقہ۔

حضرت جریر کی طرح ہمارے دلوں کو بھی مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے جذبات سے لبریز فرمادے اور ان کی طرح تازیست اس پر عامل رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔" (نظام شریعت، ص: ۲۰-۲۲)

آخر میں "وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ." سے عقیدۂ آخرت استدلال فرمایا ہے کہ جو نیند کے بعد بیدار فرمانے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد اٹھانے پر بھی ضرور قادر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا عقیدۂ بعث و نشر حق ہے اور بالکل عقل و فہم سے قریب۔

سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنے کی یہ ایک دعا تھی۔ بظاہر اس کا نقل کرنا ہی کافی تھا، مگر حضرت امام النحو علیہ الرحمہ نے اس کو صرف نقل ہی نہیں فرمایا، اس کے ترجمے کے ساتھ اس کے فوائد و نکات پر ایسی دل نشیں تقریر فرمادی کہ وجدان جھوم جھوم جاتا ہے اور ہر مسلم اپنے کو عمل پر مجبور پاتا ہے۔ اس کے ہر ہر لفظ سے ایسے ایسے رموز و اسرار و اشگاف فرمائے کہ ایک مختصر دعا ایک طویل مضمون کا درجہ اختیار کر گئی، پھر اپنے ناصحانہ کلمات سے عمل کی ایسی بجلی بھر دی کہ کوئی قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو نظام شریعت ہی کا حصہ ہے اور پوری کتاب میں اس کے جلوے بکھرے پڑے ہیں۔ **(جاری)**

(ص: ۱۲ر کا بقیہ) — دوسرے مدعیِ نبوت کا دعویٰ صاف ہو جائے۔ اس لیے پہلا کام رشید احمد صاحب نے کر دیا اور دوسرا کام قاسم صاحب نے کیا۔ اب رہا تیسرا کام کہ مدعیِ نبوت کو پیش کر دیا جائے تو یہ کام انگریزی حکومت کے سائے میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مدد سے مرزا جی نے کر دیا اور خود کو دعوتِ نبوت پر لا کھڑا کیا۔

نبوت کے تعلق سے ہم بحث اسی باب میں کریں گے اور مرزا و قاسم صاحب کے عقیدے کی تفصیلی وضاحت کریں گے۔ یہاں یہ بات ضمنی طور پر لکھ دی گئی ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ عالم کو قدیم کہنے والے اور باری تعالیٰ کے حلول اور کذب اور عیوب سے موصوف ہونے کو ماننے والے کافر ہیں۔ اسی طرح غیر یقینیت اور کائنات کو عبث کہنے والے بھی اسلامی عقیدے میں کافر ہیں، کیوں کہ ان عقیدوں سے اسلامی ضروری عقائد کی نفی ہوتی ہے۔ اسلام میں یقین اور ایمان فرضِ عین ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال کو عبث و بطلان سے پاک ماننا ضروری ہے۔ روح کا انکار بھی کفر ہے، کیوں کہ اس کا وجود بھی قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔ اصل میں اہلِ سنت کے عقیدے کی بنیاد بابِ صفات میں یہ ہے کہ جو کچھ صفات قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، ان کو ثابت ماننا ضروری ہے اور واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت تلاش کرنا انسانی عقل کے دائرہ سے باہر ہے۔ وہاں پر ایمان لازم ہے اور کلی عقیدہ پر ایمان ضروری ہے یعنی ہر کمال سے موصوف اور ہر عیب سے پاک۔

واجب تعالیٰ کے تعلق سے معتزلہ کا ایک اور عقیدہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق کے لیے وہی کرنا واجب ہے جو مخلوق کے لیے زیادہ بہتر ہو۔ موجودہ دور میں کچھ اسلامی فرقے بعینہٖ تو اس عقیدے کو نہیں دُہراتے مگر ان کے علمی دلائل سے اس کا اظہار ہوتا ہے، مثلاً وہ فرقے ان تمام احکام کو رد کر دیتے ہیں جو ظاہر میں انسانوں پر گراں گزرتے ہوں، مثلاً طلاق اور بیوع میں شرعی پابندیاں۔ اور کچھ حدود یعنی اسلامی سزاؤں کا انکار کرتے ہیں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ ان معتزلہ کی طرح سوچ رکھتے ہیں جو واجب تعالیٰ پر اصلح کام کو واجب سمجھتے تھے، کیوں کہ یہ لوگ بھی انھی احکام کو قبول کرتے ہیں جن کو ان کی عقل اصلح کہہ دے۔

باقی حسن و قبحِ عقلی کا بیان ہم شرعی دائرہ کے باب میں کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ **(جاری)**